International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN- 2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.3, Issue.4 (2023)
(October - December)

Trends of Local Civilization and Culture in Tahira Iqbal's Fiction

طاہرہ اقبال کے افسانوں میں مقامی تہذیب وثقافت کے رجحانات

Sajida Kousar

Dr. Asma Rani

MS Urdu Scholar, Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur.

Assistant Professor, Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur.

Abstract

In the literature of the world, culture is an absolute reality in every region for nation and national identity. That is why literature, society and writers are pearls of the same thread. From the topics of the society, writers provide samples of culture in literature, which through generations of books, letters, and manuscripts, tell the stories of the past nations to the generations. Tahira iqbal, as a social reformer in the present age of urdu literature is a writer engaged in spreading the colours of Pakistani culture and especially the culture of punjab through her writings. Her works of fiction or other genres of prose are practical examples of all cultural symbols. The uniqueness and charm of different places of punjab can be well studied in the culture context in the fiction of Tahira iqbal . In their stories they have portrayed the social style of leaving and harmonious life in such a way that they have succeeded in convincing themselves as benevolent and social saviors. Among many contemporary writers, Tahira iqbal has found a literary place due to her localism. Her specialisty is to skillfully capture the culture of Pakistan nd punjab in their stories. The personal style nd personality of the author is also the best reflection of the social culture. In All her collections, she has presented the custom and tradition of the local people and the rural life nd the culture ov punjab in particular. Ganja bar, zameen dang, neeli bar, garage,, and harappa, her literary works I which the are of bars the tradition nd culture of photohar and the historical and cultural sceens of harappa and the colourfull culture of Pakistan are masterpieces of realism.

Keywords- Trends, Civilization, Culture & Tahira Iqbal's Fiction

دنیاہائے ادب میں قومی وملی شناخت کے لیے ثقافت ہر خطے میں ایک مسلمہ حقیقت رکھتی ہے۔اس لیے ادب،ادیب اور معاشرہ ایک ہی لڑی کے موتی ہیں۔

معاشرے کے موضوعات سے ہی ادیب ادب میں ثقافت کے نمونے فراہم کرتے ہیں۔ جن سے نسل در نسل انہی کتابی، خطی،اور مخطوطی لکھت سے گزشتہ اقوام

کے احوال معلوم پڑتے ہیں۔ عہد حاضر کے اردو ادب میں معاشرتی مصلح کے روپ میں طاہرہ اقبال اپنی تصنیفات کے ذریعے پاکستانی ثقافت اور بالخصوص پنجاب کی ثقافت کے رنگ بکھیرنے میں مصروف عمل ادیبہ ہیں۔ انکے افسانوی مجموعات ہو یا دیگر صنف نثر تمام کے تمام ثقافتی علامات کے عملی نمونہ ہیں۔ پنجاب کے مختلف مقام کی انفرادی ثقافت کی انہونیت اور دلکشی کو طاہرہ اقبال کے افسانوں میں موجود رنگا رنگ کہانیوں میں بغور مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنی کہانیوں میں معاشرتی طرز کی روداد اور آہنگ زیست کی کچھ اسطرح تصویر کشی کی ہے کہ خود کو خیر خواہ اور معاشرت شناس، نجات دہندہ منوانے میں کامیاب و کامران ہوئی ہیں۔ عہد حاضر کے لکھنے والوں میں طاہرہ اقبال نے مقامیت پسندی کی بدولت ادبی مقام پایا ہے۔ پاکستان اور پنجاب کی ثقافت کو مہارت سے کہانیوں میں کھپانا ہی انکا خاصہ ہے۔ مصنفہ کا ذاتی انداز زیست اور شخصیت بھی معاشرتی ثقافت کی بہترین آئینہ دار ہے۔ انہوں نے اپنے تمام افسانوی مجموعات میں مقامی لوگوں کے رسم رواج اور دیہی زندگانیوں اور بالخصوص پنجاب کی ثقافت کی پیشکش کی ہے۔ انہوں نے اپنی کہانیوں میں دیہات کی تمام جزئیات کو حقیقت نگاری سے بیان کیا ہے۔ گنجی بار، زمین رنگ، نیلی بار، گراں، اور ہڑپہ انکی تمام تصانیف ادب میں بارز کے علاقوں، پوٹھوہار کی روایات و آور ہڑپہ کے تاریخی و تہذیبی مناظر اور پاکستانی سرزمین کی رنگا رنگ ثقافت کے آثار حقیقت پسندی کے شاہکار نمونے ہیں۔

کلیدی الفاظ: دیہات، ثقافت، کلچر، تہذیب، روایات، ادب، معاشرت۔

اردو ادب کے معاصرین ادب کے موضوعات میں ثقافتی رجحان اپنانے والے بے شمار ادیبوں میں ایک ممتاز و نامور نام طاہرہ اقبال کا ہے۔ ادب کے گزشتہ تمام ادوار میں منشی پریم چند، احمد ندیم قاسمی، کرشن چندر، علی عباس حسینی اور مفتی ممتاز جیسی قد آور شخصیات نے معاشرے کے حساس موضوعات جو کہ تہذیبی و ثقافتی اطوار، طرز معاشرت، سیاست، معیشت، کی ثقافتی تناظر میں لکھت کی ہے۔ ان کے علاوہ بھی دیگر متعدد مصنفین نے اپنے اپنے عہد کی معاشرت کی بہترین انداز میں ترجمانی کی ہے۔ اسی ثقافتی روایت بدستور قائم کرتے ہوئے عہد حاضر کی ثقافت و تہذیب کے معمولات کو طاہرہ اقبال نے اپنی افسانوی تخلیقات کے علاوہ دیگر جملہ تمام اصناف میں اس کا پرچار کیا ہے۔

" طاہرہ اقبال اپنے افسانوں کو خاص طور پر علاقائی لفظیات سے مزین کرتی ہیں۔ جن میں ثقافتی نقش و نگار زیادہ ابھر کر سامنے آئے ہیں" (1)

طاہرہ اقبال فطرت کی گود میں پلنے والی فطرت پسند اور حقیقت نگار جو کہ اپنی سرزمین سے جڑی روایات واقدار کی قدر دان مصنفہ ہیں۔ انہوں نے اپنے تمام مشمولات میں پنجاب کی مقامی تہذیب و ثقافت اور رنگ ڈھنگ، آہنگ زیست کو حصہ بنایا ہے۔ پنجاب کے وہ علاقے جو کہ تاریخی لحاظ سے بہت اہمیت اور خصوصیات کے حامل ہیں ان کو انہوں نے اپنی کہانیوں میں کچھ اس انداز میں کھپایا ہے کہ ان علاقوں کی بود و باش کا خاص تصور قاری کے دماغ میں نقش ہو جاتا ہے طاہرہ اقبال کے انداز فن سے پنجاب کی مقامیت سے خصوصی دلچسپی اور لگاؤ کا اظہار نمایاں ہوتا ہے۔ اگر عمومی طور پر دیکھا جائے تو ان کی تحریریں پنجاب کا علاقائی بیانیہ معلوم ہوتی ہیں۔

"طاہرہ اقبال پنجاب کی قرۃ العین حیدر ہیں بے باک، بے دھڑک، بیک وقت معصومہ بھی اور دریدہ دامن بھی"۔ (2)

انہوں نے دیہات نگاری کو بہت عمدگی سے اپنے منفرد اسلوب سے اجاگر کیا ہے۔ دیہات، دیہاتی زیست کی طرز، عورت کے معاشرتی مسائل، معاشرتی رویے اور ثقافت و تہذیب کو اور مقامیت نگاری کو اپنی تحریروں میں ایک استعارے کی طرح برتا ہے۔ قدرتی ماحول کی دلدادہ اور فطری طرز معاشرت بیانی کی جستجو میں وہ ہر فطرت پسند لکھاری سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اسی پس منظر میں ادبی آغاز کی بنیادی وجہ احمد ندیم قاسمی کی دیہاتی و ثقافتی لکھت کو اپنی دلچسپی کا مظہر بتاتی ہیں۔ اور کہیں وہ مستنصر حسین تارڑ جیسے زمانہ شناس اور معاشرت گرد مصنف جو کہ اپنی زندگی کے اولین مقاصد میں ثقافت و تہذیب کے متلاشی علاقائی جگہوں کی تاک میں سرگرداں ادھر سے ادھر اسی اختراع میں مگن رہتے یہ ان سے بھی فطری میلان محسوس کرتی ہیں۔ دیہات کسی بھی معاشرے کے لیے ریڑھ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خواہ وہ پنجاب کے دیہات ہو یا دنیا کے دیگر ممالک کے اپنے غالب عنصر کی بدولت معاشرے کو اپنی گرفت میں جکڑے ہوئے ہے۔ اور یہی دیہات نگاری جو کہ حقیقت پسندی کے اسلوب سے لبریز کر کے انہوں نے جب کہانی کی صورت میں دریافت کی تو اس طرز نے ان کو معاشرے میں منفرد اور دلچسپ مقام دلوایا ہے۔

"طاہرہ اقبال نے گاؤں کو عمودی طور پر دیکھا ہے اور افقی طور پر بھی"۔(3)

طاہرہ اقبال ارسطو کے قول انسان ایک معاشرتی حیوان ہے، کو اپنی مقامی و ثقافتی تحریروں میں معاشرے، ادب اور انسان کے مضبوط تعلق کو واضح کرتے ہوئے اس قول کو مصدقہ کرتی بر سرپیکار ہیں۔ زمین رنگ، گنجی بار جیسے مجموعات ان کی ثقافتی و تہذیبی سوجھ بوجھ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان میں پاکستان سے والہانہ عقیدت، حب الوطنی اور مقامی روایت کا برملہ اظہار ملتا ہے۔

طاہرہ اقبال نے ادبی آغاز صنف افسانہ سے کرتے ہوئے تاحال تک 4 مجموعات تخلیق کیے ہیں۔ سب سے پہلا مجموعہ جو کہ 1999ء کو منظر عام پر آیا وہ سنگ بستہ ہے۔ اس کے یکے بعد دیگرے بالترتیب 2003ء اور 2008ء بنام ریخت اور گنجی بار شائع ہوئے۔ جبکہ چوتھا مجموعہ زمین رنگ جس میں پاکستانی مقامیت سے آئی ہوئی ثقافتی رنگ میں گوندھی کہانیوں سے لبریز 2014ء میں ادبی دنیا سے متعارف ہوا۔ مجموعی طور پر ان چاروں مجموعوں میں طاہرہ اقبال نے پاکستان کی بیشتر مقامی آبادی پر مشتمل دیہات کی ثقافت اور رنگ ڈھنگ کا بیان ہوا ہے۔ انہوں نے اپنی ادبی کاوشات میں پاکستانی معاشرے اور پنجاب کے مقامی علاقوں کی بھرپور عکاسی کی ہے۔

تمام کہانیوں میں پنجاب کی مقامی و علاقائی ثقافت کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ افسانوی کہانویں میں کچھ اس طرح سے ثقافت و تہذیب کا علم بلند کیا ہے کہ قاری و متلاشی علم کے داعی بلا تعامل لاشعوری طور پر محو فکر ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے دیہات کے مخصوص ماحول کو تمام ضروری جزئیات کے ساتھ کہانیوں میں پیش کیا ہے۔ افسانوی کہانیوں مُس غیر ضروری کرداروں کی بھرمار کی بجائے چند مربوط و مستحکم کرداروں کو کہانی میں ایک۔۔۔۔۔ یا مصلح معاشرے کے طور رپ سُرعت کرتا دکھاتی ہیں۔ کہانیوں میں مخصوص علاقوں کی ثقافت اور دیہات کے ماحول، روایات، موسم، فصلوں، کھیت کھلیان، ہل، ٹیوب ویل، پنچائیت، حقہ، رسموں، لباس اور پنجابی زبان کی چاشنی جیسے لوازمات سے مقامی ثقافت کو عمدگی سے کہانیوں کو تزائین کرتی ہیں۔ طاہرہ اقبال کی انفرادیت کی بنیادی وجہ بالخصوص پنجاب کی پانچ بار جیسا کہ نیلی بار، گنجی بار جیسے ناموں سے لکھت کر کے دلچسپی کا مسکن بنایا

ہے۔اس کے علاوہ پاکستانی معاشرے کے مقام پوٹھوہار کی نظامت اور تاریخی مقامات کے علاوہ موضوعات میں جیسا کہ ہڑپہ اور وادیوں کی رہن سہن اور ثقافت کو بھی حصہ بنایا ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت ہڑپہ کی جرواہی، ودی کیلاش، زندہ انسانوں کا عجائب گھر، سیر گاہ اور سیل ریزان جیسے افسانے ہیں۔

چہ جائیکہ انھوں نے دیہات کے استعارے میں کہانیاں لکھی ہیں، مگر یہ تاثر ہر گز نہیں کہ پاکستانی معاشرے کے ایلیٹ (Ellite) اور اربن طبقہ ہائے معاشرت کو پس پشت دکھایا، یک مشت نظر انداز کر دیا ہو۔ بلکہ شہر کے خواندہ طبقات کی طرز معاشرت اور مسائل زندگی کو بھی اپنی کہانیوں کا حصہ بنایا ہے۔ دیہات نگاری میں وہ ناخواندہ کرداروں کے ذریعے فصل، کھیت، حویلی، جونپڑیا، عورتوں کے معاشرتی و ثقافتی حثیت، مردوں کی اجارہ داری، پنچائیت کے نظام اور دیہات کی مقامی رسوم و رواج کے علاوہ شادی بیاہ کی رسومات اور گاؤن کے کچے مکانوں اور آبادی، ڈھور ڈنگر اور لسی چاٹی، حقہ بازی کی رنگ رنگ ثقافت کا عنصر نمایاں ہے۔

ان کے افسانوں میں سب سے زیادہ مقامیت پنجابی لفظوں کا گاہے بگاہے استعمال اور پنجابی گیت و دوہے کا برجستہ استعمال مقامی ثقافت کے رنگ نمایاں کرتا ہے۔ جہاں وہ کہانیوں میں پاکستانی ثقافت کی اچھائیوں کو اجاگر کرتے ہوئے معترفانہ انداز کو گویائی کرتی ہیں، وہیں فرسودہ نظام معاشرت اور ناسور جیسی پنپنے والی معاشرتی طرز ثقافت و تہذیب کو کہانی میں لکھ کر حلقہ ارباب ذوق کی توجہ مبذول کراتی ہیں۔ دیہات کی حویلی میں انسانیت انداز میں پنپنے والی شہباز خان کی غاصبانہ ریت جس میں جائیداد کو غصب کرنے کے لیے تین بیٹیوں کو شادی کے حق سے محروم کرنے صنفی ریت کو "شب خون" افسانہ میں نمایاں کیا گیا ہے۔اس کہانی مُس حق وراثت، شادی کی رسومات اور حویلی کے گھٹن زدہ ماحول میں بغاوت کے لیے افسانے کے رویے کو کثیر المقاصد طرز میں لکھت کی ہے۔

"رسوئی میں بیٹھی وہ ملازمائیں، بٹیروں کے بیٹ چاک کر رہی تھیں، پاس ہی بیٹھی دو لڑکیاں سرسوں کا ساگ کتر رہی تھیں، چولہوں میں لکڑیوں کا دھواں سارے صحن میں پھیلا تھا"۔ (4)

مندرجہ بالا اقتباس میں ثقافت کی عمدہ نمائش سے طاہرہ اقبال کی ثقافتی و مقامی رجحان کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔اس طرح اس افسانے سے ایک ایک نمونہ ثقافت ملاحظہ ہو:

"انور خان کے بیٹے کا رشتہ آیا۔ کیا کمی ہے اس خاندان میں کیوں کیا انکار انھوں نے، رابعہ؟-----

کچھ نہ دیں، کچھ بھی نہ دیں، لیکن-------"۔ (5)

اس طرح ان کا ایک اور افسانہ "تپیا" میں بھی دیہاتی مقامیت کی ماحول نگاری اور روایت نگاری میں طاہرہ اقبال کسی لعت و لعل کے بغیر بیوہ کے ساتھ معاشرے کے ناروا سلوک اور وٹہ سٹہ کی رسم کے علاوہ عقد ثانی کی ثقافت عیاں کرتی ہیں۔ ثقافتی تناظر میں زینب نامی کردار کے ذریعے معاشرے کے غیر مساوی اور منفی رویے، ساس کا اپنی بہو کے ساتھ

تیسرے درجے کے باسی کا سلوک اور شوہر کا اپنی بڑی عمر کی بیوی کے ساتھ ناپسندیدگی اور مرد مبری اور لاتعلقی کے سلوک کے ذریعے دیہاتی ماحول اور پنچائیت اور سرپنچ کی مقامی ثقافت کو عیاں کیا ہے۔

"زمیندار کے ڈیرے پر پنچائیت جمی تھی۔فریقین دلائل دیتے دیتے اور سنتے سنتے تھک چکے تھے، لیکن کوئی تصفیہ عمل میں نہ آرہا تھا"۔

"وٹہ کیا ہے؟اپنی پریوں کی سی بیٹی بیاہ کر دی ہے، جوان چار بچوں کی ماں ہے"۔ (7

افسانہ "گھم گھم مدھانی" خالصتاً گاؤں کی ریت رواج اور لسی، مکھن، چاٹی، ساگ اور جوائنٹ فیملی سسٹم کے مثبت و منفی دونوں ثقافتی رویوں کا ذکر موجود ہے۔

"مامی نے جوترے کی رسیاں کس کر نیلنے سے لپیٹیں اور دائیں ہاتھ کے انگھوٹے سے مدھانی کے چکے سے لتھڑے مکھن کو اکٹھا کر کے چاٹی کے منہ سے انگھوٹے کا پیٹ بار بار رگڑنے لگی"۔ (8

"انتخاب" افسانہ میں پاکستانی معاشرے کی سیاسی نظام اور الیکشن کمپئین اور سیاست دانوں کے کھوکھلے دعوؤں اور جھوٹے وعدوں کو نشانہ بنایا ہے۔جو کہ حقیقت کا ایک روپ لگتا ہے:

"گاؤں میں میلے کا سماں تھا۔کچے کوٹھوں ذرا ذرا سی کچی کوتاہ قدہٹیوں، اُپلے تھپی دیواروں، اپلوں کے گویروں اور ٹیوب ویلوں کی پکی کوٹھریوں کو انتخابی بیزروں، پوسٹروں اور تصاویر سے لپیٹ رکھا تھا"۔ (9

"جوڑا گھوڑا" افسانہ میں دیہاتی ماحول کی شادی کی رسومات اور بڑی عمر کے پوتے نواسیوں کی عمر کے آدمی کی کم عمر لڑکی سے شادی کو اس افسانے میں موضوع بنایا گیا ہے۔شادی بیاہ کی رسومات کسی بھی معاشرے کی پہچان کے لیے بہت معنی رکھتی ہیں۔پاکستانی معاشرے میں گاؤں اور شہر میں چند رسومات تو ملتی جلتی، مگر بہت ساری مقامی تبدیلیوں کی وجہ سے کافی مختلف ہیں۔اس کہانی میں دیہاتی رسومات کے بارے بتایا گیا ہے۔

"دلہن نے جوڑا گھوڑا کا گھونگھٹ اتنا نیچے گرا دیا کہ سرخ شلوار میں نمایاں نوکیلے استخوانی گھٹنے چھپ گئے"۔ (10

"باہر ڈھارے میں سوت سے بنی رنگلے پایوں والی چارپائی پر بیٹھا منشی نظام، نوٹوں کے ہار اور لال ڈوروں والا کھیس کندھوں پر ڈالے ان گنت پوتوں نواسوں میں گھرا تھا۔

میراثیوں کی ہر جگت کے بعد پگڑی کے بندوں پر الٹا ہوا روپہلا۔۔۔۔منہ پر گرا دیتا"۔ (11

ایلیٹ طبقہ کے رہن سہن اور طرز معاشرت کی طرف پیش رفت میں وہ کہانی اسیر ن ذات، خراج، لڑکیاں، ناگفتنی اور زلیخا میں انہوں نے دیہات کے ناخواندہ طبقات سے در کنار شہری زندگی کے معمولات ان کی طرز معاشرت میں ثقافتی کسمپرسی اور جدت آمیزی کو بیان کیا ہے۔"اسیر ن ذات" میں ڈاکٹری کے پیشے میں مصروف ڈاکٹر کی بیوی۔۔۔کی بے لگام خواہشوں اور رشتوں کی پامالی کو واشگاف انداز میں بیان کیا ہے

"مینہ خراج" افسانے میں تعلیم یافتہ لڑکی خدیجہ کو معاشرے کی بے حسی کی آڑ میں ازدواجی زندگی کی ابتدا میں۔۔۔لڑکے کی تعلیمی قابلیت سے قطع نظر اپنی زندگی دان کرتے دکھایا گیا ہے۔اس طرح امیر طبقہ کی نمائش کی حامل کہانی "ناگفتنی" میں دولت کی چکا چوند اور امیر لوگوں کے ملبوسات اور سجاوٹ اور کراکری اور عیش و آرام کی ثقافت کے علاوہ میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق میں نہ کہے جانے والی اجنبیت کو ذہنی کا باعث بنتے دیکھا جا سکتا ہے۔لڑکیاں افسانے میں تعلیمی نظام، کالج کی زندگی اور ہاسٹل کے مسائل اور اساتذہ کی نوکریوں کے مسائل اور شادی اور مہندی کی رسومات کو ثقافتی تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔اس کہانی میں تعلیمی نظام میں پڑھائے جانے والے سلیبس اور مضامین کے علاوہ پامسٹری کے علم کو بھی مقامیت کے تذکرے میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اپر کلاس کی کہانی پر مشتمل افسانہ زلیخا میں مذہبی و تلمیحی قصہ یوسف و زلیخا کے عشق کی داستان کو کہانی کے۔۔۔میں لکھ کر طاہرہ اقبال نے ثقافت نگاری کی ہے۔"ماں بیٹا اور ۔۔۔۔۔۔" میں دیہی اور شہری دونوں طرز کی زندگی کو کامیابی کے ساتھ کہانی میں حقیقی رنگ دیا ہے۔ایک غریب عورت کا بیٹا ماں کی کاوشوں کے بعد اعلیٰ عہدے کے مقام پر پہنچتا ہے اور امیر لڑکی سے شادی کے بعد ماں کی دیہاتی زندگی اور دکھوں پر کڑھتا ہے اور آخر کار اپنی بیمار ماں کی بیوی کی مرضی کے بر خلاف گاڑی میں گاؤں کے رشتہ داروں کو ورطہ حیرت میں ڈالے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔

"ماں ڈائین" افسانے میں گاؤں کی جھونپڑی، جنگل اور پاکستانی معاشرے کا نظام انصاف اور پولیس نظامت جو کہ معاشرے کے محافظ کے بجائے کسی اور ہی ڈگر کے باشندے بن چکے ہیں، کو حقیقت پسندی سے دکھایا ہے۔اسکے علاوہ اس کہانی میں مرزا صاحباں کی لوک ثقافتی داستان کو بھی اس میں لفظوں سے دہرایا گیا ہے۔

"بھوک بھنور" طاہرہ اقبال کا ایسا افسانہ جس میں انھوں نے فقیر طبقہ جو کہ پاکستانی معاشرے کا وہ پہلو ہے جو معاشرے کے لیے روگ بن چکا ہے، کے مسائل اور طرز زندگی کے علاوہ ماحول نگاری سے ان کی جھونپڑی، ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے کے انداز کو عمدگی کے ساتھ ثقافت مقامیت کو عیا کیا ہے۔

" گنجی بار" افسانے میں پنجاب کی مقامی بار کی ثقافت اور بود و باش کو دکھایا گیا ہے۔بار نظام نہروں سے پہلے بہت مقبول عام تھا۔ان لوگوں کی زندگیاں کافی پیچیدگیوں میں گھری معاشی کسمپرسی میں گزرتی۔ان کی قائم کردہ جھگیاں، بھوک، چھپر کی جھونپڑیاں اور ان کے کھانے پینے کے لوازمات، ان کے رہن سہن کی داستان سناتے ہیں۔یہاں کی زمین میں اگنے والی فصلیں جن میں کماد، سبزیاں اور دیگر فصلیں جس کے کھیتوں میں عورتیں کام کر کے اپنے روزمرہ کے معاشی حالات کے لیے سر گرداں رہتی ہیں، جب کہ ان کے مرد کھالے سے وتر کرنے میں اور ریوڑ چرا کر چرواہے بن کر ضروریات زندگی پوری کرتے ہیں۔" گنجی بار" کہانی میں انہی لوگوں کی روایات اور ثقافت بیان ہوئی ہیں۔

"مقتل جٹ کے ٹیوب ویل کے خشک کھاڈے میں جھانکا، اجو گجر کے باڑے کی کھرلیوں میں بھرے کترلے مُس ہاتھ مارا، کمادچری کا ٹانڈا ٹانڈا پھرولا، دبڑے کے ٹیلے توڑ توڑ جھاڑ وبناتی عورتوں نے بگلوں سے کان باہر نکال کر ایک ایک آنکھ میچ ماتھے پر ہتھیلی کا چھجا نیا ہانگ لگائی"۔ (12)

مقامی تہذیب وتاریخ کا حامل افسانہ "ہڑپہ کی چرواہی" میں ہڑپہ کے کھنڈرات کے جاہ وجلال اور اس وقت کے لوگوں کی رہائش اور انداز زندگی کے نمونوں کو اس کہانی میں بیان کیا ہے۔ ہڑپہ کے کھنڈرات قومی ورثہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ہڑپہ کے کھنڈرات کو چناں نام کی چرواہی کے کردار سے کھنڈرات، آثار، عجائب گھر میں رکھی مورتیاں وغیرہ ان کھنڈرات کے پہرے دار اور وزٹ پر آنے والے گورے سیاحوں کو حقیقت سے قریب مناظر کو عمدہ لفاظی کے ساتھ اس کہانی میں پر کھا ہے۔ اس کہانی کے ذریعے تاریخی و ثقافتی کھنڈرات کی کہانی آنکھوں کے سامنے حقیقت بن کر ظاہر ہونے لگتی ہے۔ المختصر یہ کہ پورے کا پورا افسانہ روایت اور تہذیب کا انبار لیے ہوئے ہے۔

"چنا کو انھی گارڈوں کی زبان معلوم ہوا تھا کہ انھی جسمانی کوتاہیوں کی وجہ سے اس کھنڈر شہر کے باسیوں کو آریاؤں نے اپنا غلام بنالیا تھا۔ وہ کپاس اور اناج اگانے والی مٹی کی مورتیاں اور ظروف گھڑنے والے محل ماڑیاں بازار چوبارے اسارنے ولاے، بیل گائیں پالنے والے گھوڑوں کی ٹاپوں اور تیر تلواروں کا شکار ہو گئے، کیسا گھمسان کا رن پڑا ہوگا۔ یہ ہر مند بستیوں کی ترتیب وتنظیم کرتے رہے۔ تہذیب اور تمدن نکھارتے رہے۔ فن اور فن پارے تخلیق کرتے رہے۔ نہ تیر بنائے نہ بھالے، نہ نیزے گھڑے نہ تلواریں نہ گھوڑے پالے، نہ ہاتھ، بیلوں سے ہل جوتے، پھٹی سے تانیاں تنیں، بھول گئے کہ ان سب کی حفاظت کے لیے جنگ سمت کھلنے والے دستوں پر مضبوط قلعے اسارنا اور منجیقیں گاڑنا بھی ضروری تھا"۔ (13)

افسانہ اوکاں والا سکول، سلیل ریزاٹ، پردہ دار حویلی، شیدا کے پھول، زندہ انسانوں کا عجائب گھر، لاری اڈا، کہانویں میں کسی نہ کسی صورت میں مقامیت و معاشرت زندگی کو خوش اسلوبی سے مکمل ثقافتی لوازمات کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ان کہانیوں کے مطالعہ سے متفرق نمونہ ہائے ثقافت عیاں ہیں۔

حوالہ جات

1. ایم خالد، طاہرہ اقبال کی افسانہ نگاری، ارتقاء، کراچی، اکتوبر، 2013ء، ص: 6
2. ظفر اقبال، نیلی بار۔۔۔ طاہرہ اقبال کا نیا ناول
3. وزیر آغا، ڈاکٹر، طاہرہ اقبال۔۔۔ کہانی پندوں کے نرغے میں، ص: 22
4. طاہرہ اقبال، ڈاکٹر، سنگ بستہ (مجموعہ) افسانہ شب خون، لاہور: دوست پبلی کیشنز، 1999ء، ص: 19
5. ایضاً، ص: 20
6. طاہرہ اقبال، ڈاکٹر، افسانہ: تپسیا افسانہ، مجموعہ: سنگ بستہ،۔۔۔۔۔۔ ص: 35

7. ایضاً،۔۔۔۔۔ص: 35

8. طاہرہ اقبال،ڈاکٹر، گنجی بار، مجموعہ، گھم گھم مدھانی افسانہ،لاہور: دوست پبلی کیشنز،2008ء،ص: 159

9. طاہرہ اقبال،ڈاکٹر،ریخت مجموعہ،انتخاب افسانہ،لاہور: دوست پبلی کیشنز،2003ء،ص: 93

10. طاہرہ اقبال،ڈاکٹر،ریخت مجموعہ،جوڑا گھوڑا افسانہ۔۔۔۔،ص: 157

11. ایضاً،۔۔۔۔ص159 :

12. طاہرہ اقبال،ڈاکٹر، گنجی بار مشمولہ، گنجی بار کہانی،۔۔۔۔ص: 129

13. طاہرہ اقبال،ڈاکٹر،ہڑپہ کی چرواہی،زمین رنگ مشمولہ،لاہور: دوست پبلی کیشنز،2014ء،ص: 87-88